التفسیر؛ مجلس تفسیر، کراچی جلد ۵، مسلسل شمارہ ۱۶، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء، ص ۵۳-۶۹

مدرسۂ نظامیہ نیشاپور

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

Madaris had played significant role in Muslim educational and cultural history. Madarsa Nisha Pur is one of the great Muslim educational institution founded by Seljuk's Prime Minister Khwaja Nizam al-Mulk al-Tusi who is also well-known for a net-work of Nizamiyah schools in several cities of the state. Nizamiyah Nisha Pur gave enormous scholars like Abu Al Ma'ali Al Juwaini, Imam Ghazali, Alkia Al Hirasi, Abu Muzaffar Al Khawafi, Abu Abdullah Al Farawi and Abu Sa'ad Muhammad bin Yahya to Islamic world whose intellectual works are still benefting Islamic world.

Present article shed the light on the history of Madarsa Nizamiyah Nisha Pur and stated the life of some of the teachers and students of Nizamiyah Nisha Pur.

سلجوقی وزیر اعظم نظام الملک طوسی(۱) نے پانچویں صدی ہجری کے نصف میں مدارس نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ان مدارس نے عالمگیر شہرت حاصل کی۔نظام الملک طوسی وہ پہلا شخص تھا جس نے حکمران وقت کی رضامندی سے اپنے زیر اقتدار تمام اسلامی شہروں میں مدارس تعمیر کیے اور ان کے اخراجات کے لیے اوقاف مختص کیے۔ یہ وہ پہلے باقاعدہ مدارس تھے جن کا اپنا تعلیمی بجٹ تھا۔نظام الملک طوسی کے قائم کردہ مدارس نظامیہ میں اساتذہ، اخراجات اور کتب خانے کا انتظام، قیام کے وقت ہی کردیا جاتا تھا۔کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جس میں مدرسہ نہ ہو۔ جو مدرسے خواجہ نظام الملک نے قائم کیے وہ سب نظامیہ کہلائے اور اپنے شہروں کی نسبت سے مشہور ہوئے۔(۲)

نظام الملک نے اس طرز کا اولین مدرسہ نیشاپور میں قائم کیا۔ نیشاپور خراسان کا مشہور شہر ہے۔ کتب جغرافیہ میں "باب المشرق" کے خطاب سے ممتاز ہے۔ یہ شہر ہمیشہ دارالعلم اور معدن فضل و کمال رہا ہے۔ فقہ، حدیث، ادب، تاریخ، لغت کا مرکز تھا۔اس شہر میں شعراء ادباء، محدثین، فقہاء، مورخین، ریاضی دان، فلاسفر اور اطباء وغیرہ ہر طبقہ کے اکابر حضرات اتنی بڑی تعداد میں موجود تھے کہ یہ شہر اسلامی تہذیب و تمدن کی تاریخ میں "دارالعلم" کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ خراسان کے چار بڑے شہروں (نیشاپور، مرو، ہرات اور بلخ) میں اہم ترین شہر کا درجہ رکھتا تھا۔(۳)

مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتا ہے:

> "نیشاپور ان چار شہروں میں سے ایک ہے، جو خراسان کے پایہ تخت کہلاتے ہیں۔ یہاں سے چار نہریں نکلتی ہیں ۔ اس کے بازار نہایت اچھے اور وسیع ہیں اور اس کی مسجد بھی نادر ہے، جو وسط بازار میں واقع ہے۔ اس کے قریب مدارس میں سے چار مدرسے ہیں ۔ طلباء کی کثرت ہے۔ بہت لوگ ہیں جو قرآن کریم اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔"(۴)

خصوصی مدارس کی تاسیس میں سبقت لے جانے میں نیشاپور کا شہر قدیم زمانہ سے

مشہور ہے۔ اس علاقہ کے ادب دوست اور دانش پرور لوگ حصول علم سے بہت زیادہ شغف رکھتے تھے۔ علماء کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ وہ عالم اسلام کے دور دراز کے شہروں اور ملکوں کے جلیل القدر علماء کو اپنے شہر میں تدریس کے لیے بلاتے تھے۔ یکی نیشاپور کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نیشاپور اسلامی شہروں میں سے اہم ترین اور بزرگ ترین شہر تھا اور
بغداد کے بعد تمام بڑے اسلامی شہروں میں بے مثال تھا۔''(۵)

سلاجقہ کے اوائل عہد میں نیشاپور کو پایہ تخت کی حیثیت حاصل تھی۔ طغرل بیگ اور الپ ارسلان سلجوقی نے نیشاپور کو مرکز سلطنت بنایا تھا۔ اس لیے خراسان میں یہ نہایت آباد شہر تھا اور بڑے بڑے مدرسے جاری تھے لیکن سرکاری مدرسہ کوئی نہ تھا۔ (۶)

لہذا خواجہ نظام الملک نے امام الحرمین کے حجاز سے واپس آنے پر ان کے اعزاز میں یہ درسگاہ قائم کی۔ امام صاحب کے حلقہ درس میں روزانہ کم و بیش تین سو کا مجمع رہا کرتا تھا۔ جس میں طلبا اور علماء دونوں ہوا کرتے تھے۔ ہر جمعہ کی نماز کے بعد وعظ ہوا کرتا تھا۔ نظام الملک نے جب امام الحرمین جوینی کے لیے مدرسہ نظامیہ نیشاپور تعمیر کیا تو خطابت، تدریس، مدرسہ کے اوقاف کے معاملات کی نگرانی اور ان سے وابستہ کام، ان کو تفویض کر دیے۔(۷) بسا اوقات یہ مدرسۂ امام الحرمین کے نام سے مشہور ہوا۔ کیونکہ رواج اور معمول یہ تھا کہ مدارس اپنے بانیوں کے نام سے، اپنے کسی ایک مدرس کے نام سے یا جس شخص کی خاطر اسے بنایا گیا تھا اس کے نام سے یا پھر جس جگہ بنایا گیا ہو اس کے نام سے مشہور ہوتے تھے۔(۸)

مدرسہ نظامیہ نیشاپور اپنی کارکردگی کے اعتبار سے اور مدرسین اور مشہور فقہاء کی تعداد کے لحاظ سے جو یہاں تعلیم و تعلم میں مشغول تھے، نظامیہ بغداد (۹) کے بعد دوسرے نمبر پر آتا تھا۔ اس کی عمارت بھی نہایت شاندار تھی۔ امام غزالی اور الکیا الہراسی جیسے علماء نے یہیں تعلیم پائی۔

نظامیہ نیشاپور باوجود یکہ نظامیہ بغداد کی تاسیس سے پہلے وجود میں آیا، نیز اس دور تک نیشاپور کی بغداد پر قدامت اور علمی و ادبی برتری کے باوجود نیز امام الحرمین جوینی، امام

غزالی اور امام محمد یحییٰ نیشاپوری جیسے اساتذہ ہونے کے باوجود، دو وجوہ سے شہرت و اعتبار اور فارغ التحصیل ہونے والوں کی تعداد کے لحاظ سے نظامیہ بغداد کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ:

۱۔ ان مدارس کے بانی نظام الملک نے اپنی زیادہ تر توجہات نظامیہ بغداد پر مبذول کر لیں۔ نظامیہ بغداد کی تعمیر میں بے مثال اور خصوصی اقدامات کیے، نیز اوقاف کا تعین، زیادہ تنخواہیں، مدرسین، طلبہ اور دیگر عملے کے لیے بیش بہا تنخواہیں، وظائف اور مراعات مقرر کیں، یوں اس نے اپنی تمام تر کوششیں خلافت عباسی کے مرکز بغداد میں قائم ہونے والے اس تبلیغی مرکز کے بارے میں کیں تاکہ وہ نظامیہ بغداد کو مصر کے فاطمیوں کے مرکز اشاعت و تعلیمات مذہبی جامع الازہر قاہرہ کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور اور مشہور تر کر سکے اور اسے ہر لحاظ سے اعلیٰ و برتر بنا دے۔(۱۰)

۲۔ ترکمانان غز اور تاتاریوں کے مسلسل تباہ کن حملوں نے یکدم نیشاپور کو درہم برہم کر دیا اور شہر کے مکینوں، عمارتوں اور آثار قدیمہ کو بالکلیہ نیست و نابود کر دیا۔ جب کہ بغداد پر ان کا حملہ زیادہ عرصے کے بعد اور نسبتاً نرم شرائط کے ساتھ ہوا کہ نظامیہ بغداد اور مدرسہ مستنصریہ کو زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ عطا ملک جوینی کے ایام حکومت میں بغداد خلفاء کے دور سے بھی بڑھ کر آباد ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس شہر کے یہ دو علمی مراکز یعنی نظامیہ اور مستنصریہ طویل مدت تک، اگرچہ کمزوری و انحطاط کی حالت میں، قائم رہے اور اپنی علمی زندگی کو جاری رکھا۔(۱۱)

قدیم مصادر میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے سال کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ مگر تاریخی شواہد میں یہ وضاحت ضرور موجود ہے کہ نظامیہ نیشاپور کی بنیاد نظامیہ بغداد سے چند سال پہلے رکھی گئی تھی اور یہ الپ ارسلان سلجوقی کی سلطنت کے اولین سالوں (۴۵۵ھ۔۴۶۵ھ) کے ہم زمان تھی۔ ناجی معروف کے مطابق نظامیہ نیشاپور ۴۵۰ھ (۱۰۸۷ء) کے قریب قائم ہوا۔(۱۲) جبکہ نور اللہ کسائی کی تحقیق کے مطابق نظامیہ نیشاپور ۴۵۶ھ میں قائم کیا گیا۔(۱۳) اور یہی قرین قیاس اور قابل اعتماد ہے۔

نظامیہ نیشاپور فن تعمیر کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ تھا۔ افسوس کہ امتداد زمانہ سے اس کا نام و نشان مٹ گیا ہے، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایک پرشکوہ عمارت تھی، اس کے

ساتھ چمن ، پارک، اور تالاب و نہریں جاری تھیں۔ طلبہ یہاں مطالعہ اور مذاکرہ کرتے تھے۔ تالاب کی ستر سیڑھیاں تھیں، ابوالحسن الکیا الہراسی درس کے بعد تالاب کے کنارے استاذ کی تقریر زبانی یاد کرتے تھے، اور ہر سیڑھی پر اسے سات بار دہراتے تھے۔(۱۴) امام الحرمین کے شاگرد شیخ ابوالقاسم انصاری مدرسہ کی لائبریری کے نگران تھے۔(۱۵)

خواجہ نظام الملک جب تک زندہ رہا، نظامیہ نیشاپور کے تمام امور اور مدرسین و منتظمین کی تقرری و برخاستگی براہ راست خود کرتا رہا۔ چنانچہ اس کے حکم سے نظامیہ نیشاپور کے انتظام و انصرام اور تدریس پر کئی حضرات مامور ہوئے۔ خواجہ کی وفات کے بعد یہ حیثیت بادشاہوں اور ان کے وزراء کو حاصل تھی۔ خواجہ کے بیٹے فخر الملک بن نظام الملک۔(م۵۰۰ھ) نے سلطان سنجر کی وزارت کے دوران امام غزالی کو نظامیہ نیشاپور میں تدریس کے لیے دعوت دی۔(۱۶) خود سلطان سنجر نے اس مدرسہ کی تولیت ، اوقاف اور منصب تدریس کا فرمان امام محمد یحییٰ نیشاپوری کے لیے صادر کیا۔ آپ ۵۴۸ھ تک اس عہدے پر فائز رہے۔ پھر فتنہ غز میں گرفتار اور مقتول ہوئے۔ یوں آپ آخری شخص ہیں جس کے پاس یہ عہدہ تھا۔(۱۷)

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ نظامیہ نیشاپور ان سترہ شافعی مدارس میں ہو جو ترکمانان غز کے حملے کے نتیجے میں مکمل طور پر تباہ اور منہدم ہو گئے۔(۱۸) اس لیے کہ ترکمانان غز کے ۵۴۸ھ میں نیشاپور پر یلغار کے آغاز سے لے کر، ۶۱۸ھ میں اس شہر کے مغلوں کے ہاتھوں سقوط تک اور پھر اس کے بعد سے اس مدرسہ اور اس کے طلبہ کے بارے میں کسی قسم کی اطلاع دستیاب نہیں ہے۔(۱۹)

مدرسہ کے مشہور شیوخ حسب ذیل ہیں:

ابوالمعالی عبدالملک الجوینی:

ابوالمعالی عبدالملک ابن الشیخ ابی محمد عبداللہ بن ابی یعقوب یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد بن حیویہ، الجوینی، الفقیہ الشافعی الملقب ضیاء الدین، المعروف بامام الحرمین، ۱۸ محرم ۴۱۹ھ / ۱۷ فروری ۱۰۲۸ء کو بشتنکان میں، جو نیشاپور کے نواح میں ایک گاؤں ہے، پیدا ہوئے۔

آپ متاخرین میں امام شافعی کے اصحاب میں سے علی الاطلاق سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ کی امامت پر اجماع ہے۔ اصول و فروع کے علم اور ادب وغیرہ میں آپ کی علمیت اور خوش بیانی پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

بچپن میں آپ نے اپنے والد ابو محمد(۲۰) سے فقہ پڑھی ، وہ آپ کی طبیعت کی عمدگی اور آپ پر جو اقبال کی علامات تھیں ان سے حیران ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے والد کی تمام تصانیف پر عبور حاصل کرلیا اور ان میں تصرف کیا، حتی کہ تحقیق و تدقیق میں ان سے بڑھ گئے۔ جب آپ کے والد فوت ہوگئے تو آپ ان کی جگہ تدریس کے لیے بیٹھے، اور جب اس سے فارغ ہوتے تو بیہقی کے مدرسہ میں استاد ابوالقاسم اسکافی اسفرائنی کے پاس چلے جاتے، حتی کہ آپ علم اصول کے ماہر بن گئے، پھر بغداد چلے گئے، وہاں علماء کی ایک جماعت سے ملاقات کی۔

ابوالمعالی نے خراسان میں اشعریوں کے خلاف شورش اور عمید الملک کندری کی تحریک پر رؤساء شافعیہ کی جلاوطنی کی بناء پر مجبوراً ترک وطن کیا اور ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں حجاز چلے گئے اور چار سال تک مدینہ میں رہے، پڑھاتے اور فتوی دیتے رہے، اسی بناء پر آپ کو امام الحرمین کہا گیا۔ پھر آپ سلطان الپ ارسلان سلجوقی کی حکومت کے اوائل میں نیشاپور واپس آگئے۔ نظام الملک طوسی نے آپ کے لیے نیشاپور میں مدرسہ نظامیہ بنایا، آپ اس کے خطیب بنے ، اکابر آئمہ آپ کے دروس میں شریک ہوئے۔ محراب و منبر، خطابات و تدریس اور جمعہ کے دن کی مجلس تذکیر آپ کے لیے مسلم تھی۔(۲۱)

آپ نے ہرفن میں کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں سے ''نہایۃ المطلب فی درایۃ المذھب'' بھی ہے، جس کے بارے میں ابن خلکان کا کہنا ہے کہ اس کی مثل اسلام میں تصنیف نہیں ہوئی۔(۲۲)

آپ کی تصانیف میں ''الشامل '' بھی ہے جو اصول دین کے بارے میں ہے۔ اصول فقہ میں آپ کی تصنیف "البرھان" ہے ، "تلخیص التقریب"، "الارشاد"، "العقیدۃ النظامیہ"، "مدارک العقول"، "تلخیص نہایۃ المطلب" ، "غیاث الامم فی الامامۃ"، "مغیث

المحلق فی اختیار الاحق"، اور "غنیۃ المسترشدین" وغیرہ بھی آپ کی کتب ہیں۔(۲۳)

۲۵ ربیع الثانی ۴۷۸ھ / ۲۰ اگست ۱۰۸۵ء کو بدھ کی رات عشاء کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے بیٹے ابوالقاسم نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ علم و ادب کے قریباً چار سو مشاہیر (جن میں حجۃ الاسلام امام غزالی بھی شامل ہیں) آپ کے شاگردوں کے زمرہ میں داخل تھے۔ آپ کے سوگ اور تعزیت میں عجیب شورش برپا ہوئی۔ آپ کے منبر کو توڑ ڈالا گیا، بازار بند کردیے گئے اور پورے ایک ماہ تک کسی نے اپنے سر پر عمامہ نہیں رکھا۔ آپ کے عزیز شاگردوں نے اپنے قلم اور دواتیں توڑ دیں اور پورا ایک سال اسی حال میں رہے۔(۲۴)

ابو حامد محمد بن محمد غزالی:

ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الغزالی، الملقب حجۃ الاسلام، زین الدین الطوسی، الفقیہ الشافعی، آپ کے آخری زمانے میں شافعیوں میں، آپ کی مثل موجود نہ تھی۔(۲۵)

ابتدائی تعلیم طوس اور نیشاپور میں حاصل کی۔ طوس میں علی احمد الرازکانی سے اشتغال کیا، پھر نیشاپور آئے اور امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی کے دروس میں شریک ہوئے اور اشتغال میں خوب کوشش کی، حتیٰ کہ تھوڑی مدت میں تربیت پاگئے اور اپنے استاد کے زمانے میں ہی ان اعیان میں سے ہوگئے جن کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔ آپ کے استاد ابوالمعالی الجوینی آپ پر فخر کیا کرتے تھے۔ ۴۷۸ھ تک امام الحرمین الجوینی کے انتقال تک ان کے ساتھ مقیم رہے۔ ان کے انتقال کے بعد امام غزالی نیشاپور سے العسکر چلے گئے اور وزیر نظام الملک طوسی سے ملے۔(۲۶)

۴۹۹ھ میں سلطان سنجر اور اس کے وزیر فخر الملک بن نظام الملک نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ مدرسہ نیشاپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کریں، آپ راضی نہ تھے مگر بعض دوستوں کے اصرار، استخارہ اور رویائے صادقہ کی بنا پر آپ نے ذوالقعدہ ۴۹۹ھ میں یہ پیشکش تسلیم کرلی۔(۲۷)

۵۰۰ھ میں فخر الملک بن نظام الملک ایک باطنی کے ہاتھ سے شہید ہوا، اس کی وفات کے تھوڑے ہی دن بعد آپ نے نظامیہ کی تدریس سے کنارہ کشی کی، اور اپنے وطن طوس

واپس آگئے۔ آپ کی وفات ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ/۱۹ دسمبر ۱۱۱۱ء کو ہوئی۔(۲۸)

ابوالحسن علی بن محمد بن علی الطبری الکیا الھراسی:

ابوالحسن علی بن محمد بن علی الطبری، الملقب عماد الدین، المعروف بالکیا الھراسی، الفقیہ الشافعی، آپ طبرستان کے باشندے تھے۔ آپ نیشاپور گئے اور مدت تک امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ سیکھتے رہے حتیٰ کہ ماہر ہوگئے۔ آپ درس میں امام الحرمین کی دہرائی کرنے والوں کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے اور ابوحامد غزالی کے ثانی تھے۔(۲۹) پھر نیشاپور سے بیہق چلے گئے اور وہاں ایک مدت تک پڑھایا، پھر عراق چلے گئے اور نظامیہ بغداد کی تدریس سنبھال لی، اور تاحیات وہیں رہے۔

الکیا الھراسی کی ولادت ذوالقعدہ ۴۵۰ھ میں ہوئی اور وفات یکم محرم ۵۰۴ھ کو بروز جمعرات بوقت عصر بغداد میں ہوئی اور تدفین شیخ ابو اسحاق شیرازی کے قبرستان میں ہوئی۔(۳۰)

ابوالمعالی مسعود بن محمد بن مسعود:

ابوالمعالی مسعود بن محمد بن مسعود بن طاہر نیشاپوری طریثیثی، الفقیہ الشافعی، ملقب بہ قطب الدین، آپ نے نیشاپور اور مرو کے آئمہ سے فقہ پڑھی اور کئی لوگوں سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ نے قرآن کریم اور ادب اپنے والد سے پڑھا۔ امام الحرمین الجوینی کی نیابت میں مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں پڑھایا۔

۵۴۰ھ میں آپ بغداد آئے اور وعظ کیا، آپ کو قبولیت حاصل ہوئی۔ آپ نے مدرسہ مجاہدیہ میں پڑھایا، پھر فقیہ ابوالفتح نصر اللہ المصیصی کی وفات کے بعد جامع دمشق میں پڑھایا۔ جہاں مغربی گوشہ میں آپ کا حلقۂ درس تھا۔ پھر آپ حلب چلے گئے اور ایک مدت تک ان دو مدرسوں کی تدریس کے مہتمم رہے جنہیں نورالدین محمود اور اسدالدین شیرکوہ نے بنایا تھا۔ پھر آپ ہمدان چلے گئے اور وہاں تدریس کا کام سنبھالا، پھر دمشق واپس آگئے اور بدستور اپنا حلقۂ درس سنبھال لیا جہاں آپ حدیث کا درس دیتے تھے۔(۳۱)

آپ صالح عالم تھے۔ آپ نے فقہ میں کتاب "الھادی" تصنیف کی۔ یہ مختصر اور

نافع کتاب ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳ رجب المرجب ۵۰۵ھ کو ہوئی اور وفات ماہ رمضان ۵۷۸ھ کے آخری دن دمشق میں ہوئی۔ عید کے روز جمعہ کے دن آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ آپ کو اس قبرستان میں دفن کیا گیا جسے آپ نے قبرستان صوفیاء کے پاس غربی دمشق میں بنایا تھا۔ (۳۲)

ابو سعد محمد بن یحییٰ:

ابو سعد محمد بن یحییٰ بن ابی منصور نیشاپوری، الملقب محی الدین، الفقیہ الشافعی، متاخرین کے استاذ اور علم و زہد کے لحاظ سے ان میں یکتا تھے۔ آپ نے حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی اور ابوالمظفر احمد بن محمد الخوافی سے فقہ سیکھی، کمال حاصل کیا اور اس کے متعلق اور خلاف کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ نیشاپور میں فقہاء کی ریاست آپ تک پہنچی، لوگوں نے شہروں سے آپ کی طرف سفر کیا، اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ نے "المحیط فی شرح الوسیط" اور "الانتصاف فی مسائل الخلاف" وغیرہ کتب تصنیف کیں۔

آپ نے مدرسہ نظامیہ نیشاپور اور ہرات میں بھی پڑھایا۔ آپ کے زمانے کا ایک فاضل آپ کے درس میں حاضر ہوا، اور آپ کے فوائد اور عمدہ لیکچر کو سنا تو اس نے کہا:

رفات　الدین　و　الاسلام　یحیا
بمحیی　الدین　مولانا　ابن　یحییٰ
کان　اللہ　رب　العرش　یلقی
علیہ　حین　یلقی　الدرس　وحیا

"دین اور اسلام کی بوسیدہ ہاتوں کو محی الدین ابن یحییٰ نے زندہ کیا ہے، اور جب وہ سبق دیتا ہے تو گویا رب العرش اس پر وحی کرتا ہے"۔ (۳۳)

آپ کی ولادت ۴۷۶ھ میں طریثیث میں ہوئی، اور رمضان ۵۴۸ھ میں آپ کا قتل ہوا۔ (۳۴)

ابراہیم بن المطہر:

ابراہیم بن المطہر، ابوطاہر الخباک الجرجانی، آپ نیشاپور میں امام الحرمین کے درس میں حاضر ہوئے، پھر آپ نے امام غزالی کی صحبت اختیار کی اور ان کے ساتھ عراق، حجاز اور شام

کا سفر کیا۔ پھر آپ اپنے وطن لوٹ گئے اور تدریس ووعظ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے لیے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ۵۱۳ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ (۳۵)

ابوالحسن عبدالغافر بن اسماعیل بن عبدالغافر:

ابوالحسن عبدالغافر بن اسماعیل بن عبدالغافر بن محمد بن عبدالغافر ابن احمد بن محمد بن سعید الفارسی الحافظ، آپ حدیث اور عربی زبان کے امام تھے۔ آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ سیکھی اور چار سال ان کے ساتھ وابستہ رہے۔ پھر نیشاپور سے خوارزم چلے گئے اور وہاں کے افاضل سے ملاقات کی، وہاں آپ کے لیے مجلس بھی منعقد کی گئی۔ پھر آپ غزنی اور وہاں سے ہندوستان گئے، اور احادیث کی روایت کی۔ پھر آپ نیشاپور واپس آئے اور وہاں کے خطیب بن گئے۔ (۳۶)

آپ کی متعدد تصانیف ہیں: جن میں سے "المفہم لشرح غریب صحیح مسلم"، اور "السیاق لتاریخ نیشاپور" اور غریب احادیث کے بارے میں "مجمع الغرائب" ہیں۔ آپ کی ولادت ربیع الثانی ۴۵۱ھ میں اور وفات ۵۲۹ھ میں نیشاپور میں ہوئی۔ (۳۷)

ابوالفتح سہل بن احمد بن علی الارغیانی:

ابوالفتح سہل بن احمد بن علی الارغیانی، الفقیہ الشافعی، آپ علم و زہد میں بڑی شان کے امام تھے۔ آپ نے مرو میں شیخ ابوعلی السنجی سے فقہ سیکھی، پھر قاضی حسین بن محمد المروزی سے پڑھا اور ان کے طریقے کو حاصل کیا۔ آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے اصول فقہ پڑھے، اور آپ کی مجلس میں مناظرہ کیا۔ پھر آپ ارغیان کی طرف واپس آ گئے اور اس کے قاضی بنے۔ (۳۸)

آپ "فتاوی رغیانی" کے مولف ہیں، آپ نے آخر کی ایک جماعت جیسے ابوبکر بیہقی، ناصر المروزی، عبدالناصر بن اسماعیل بن عبدالغافر الفارسی وغیرہم سے سماع کیا ہے۔ آپ نے حج کے موقع پر حجاز و عراق اور جبال کے مشائخ سے ملاقات کی اور ان سے سماع کیا اور انہوں نے آپ سے سماع کیا۔ جب آپ مکہ معظمہ سے واپس آئے تو شیخ عارف حسن سمنانی کی ملاقات کو آئے جو اپنے وقت کے شیخ تھے، انہوں نے آپ کو ترک مناظرہ کا مشورہ دیا تو آپ

نے مناظرہ چھوڑ دیا۔ قضا سے بھی علیحدہ ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ آپ نے اپنے مال سے صوفیاء کے لیے ایک چھوٹا سا حلقہ بنایا اور وہاں تصنیف وعبادت میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ محرم ۴۹۹ھ میں فوت ہو گئے۔(۳۹)

ابو عبداللہ محمد بن الفضل الفراوی:

ابو عبداللہ محمد بن الفضل بن احمد بن محمد بن احمد بن ابی العباس، الصاعدی، الفراوی(۴۰)، نیشاپوری، الملقب کمال الدین، الفقیہ المحدث، آپ امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی کی مجلس میں آیا کرتے تھے، آپ نے ان سے اصول کا حاشیہ لکھا، اور صوفیاء کے درمیان پرورش پائی۔ آپ فقیہ، محدث، مناظر اور واعظ تھے۔(۴۱)

آپ اپنے پاس آنے والے مسافروں کے پاس کھانا لے کر جاتے تھے، اور کبر سنی کے باوجود خود ان کی خدمت کرتے تھے۔ بغداد اور بقیہ بلاد میں جن کی طرف آپ گئے، آپ کے لیے مجلس وعظ منعقد کی گئی۔ آپ نے حرمین میں علم کا اظہار کیا، نیشاپور واپس آئے۔ مدرسہ ناصحیہ میں تدریس کے لیے بیٹھے اور مسجد المطرز کی امامت سنبھالی۔

آپ نے عبدالغافر فارسی سے صحیح مسلم، اور سعید بن ابی سعید سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے شیخ ابو اسحاق شیرازی، حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، امام الحرمین ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری سے بھی سماع کیا۔ حافظ بیہقی کی متعدد کتب، مثلاً ''دلائل النبوۃ''، ''الاسماء والصفات''، ''البعث والنشور''، اور ''الدعوات'' کبیرہ اور صغیرہ کی روایات میں متفرد ہوئے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ الفراوی، الف راوی ہے یعنی ایک ہزار راوی ہے۔

آپ کی ولادت ۴۴۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۴۴۲ھ میں نیشاپور میں ہوئی۔ اور ۲۱ شوال، اور بعض کے قول کے مطابق ۲۲ شوال ۵۳۰ھ کو جمعرات کے روز چاشت کے وقت فوت ہوئے۔(۴۲)

ابو منصور عبدالرحمن بن محمد بن الحسن ھبۃ اللہ:

ابو منصور عبدالرحمن بن محمد بن الحسن ھبۃ اللہ بن عبداللہ بن الحسین الدمشقی، الملقب

فخر الدین المعروف بابن عساکر، الفقیہ الشافعی، آپ اپنے وقت میں علم و دین کے امام تھے۔(۴۳) آپ نے شیخ قطب الدین ابو المعالی مسعود نیشاپوری سے فقہ حاصل کی اور ایک عرصہ تک آپ کے ساتھ رہے اور آپ کی صحبت کا فائدہ اٹھایا۔ آپ نے ایک عرصہ تک قدس اور دمشق میں پڑھایا، خلق کثیر نے آپ سے اشتغال کیا اور تربیت پائی۔ آپ کی ولادت ۵۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰ رجب ۶۲۰ھ کو بدھ کے روز دمشق میں ہوئی۔(۴۴)

ابونصر محمد بن عبداللہ بن احمد الارغیانی:

ابونصر محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن عبداللہ الارغیانی، الفقیہ الشافعی، آپ اپنے شہر سے نیشاپور آئے، امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے اشتغال کیا اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ صاحب فن امام، پرہیزگار، اور بہت عبادت گذار تھے۔ آپ نے ابوالحسن علی ابن احمد الواحد صاحب التفاسیر سے حدیث کا سماع کیا(۴۵)، اور آپ سے قول الٰہی ''انی لاجد ریح یوسف'' کی تفسیر بیان کی ہے کہ باد صبا نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کو ہمارے نبی کے پاس قمیض کی بشارت لانے سے قبل لائے تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی تو وہ اسے لے آئی۔ اسی لیے ہر غمگین، باد صبا سے راحت پاتا ہے، اور وہ مشرق کی جانب سے آتی ہے، جب وہ ابدان پر چلتی ہے تو ان کو آسائش اور آرام دیتی ہے اور اوطان اور احباب کی طرف شوق کو برانگیختہ کرتی ہے۔''

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

ایا　جبلی　نعمان　باللہ　خلیا
نسیم　الصبا　یخلص　الی　نسیمہا
فان　الصبا　ریح　اذا　ما　تنسمت
علی　نفس　مہموم　تجلت　ہمومہا

''اے نعمان کے دو پہاڑو! خدا کے لیے باد نسیم کو چھوڑ دو، کہ اس کی نسیم میرے پاس آئے، بلاشبہ باد صبا وہ ہے کہ جب وہ کسی غمگین پر چلتی ہے تو اس کے غم ظاہر ہو جاتے ہیں۔''

آپ کی ولادت ۴۵۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴ ذوالقعدہ ۵۴۸ھ کو نیشاپور میں ہوئی۔(۴۶)

اسماعیل بن عبداللہ ابن علی:

اسماعیل بن عبداللہ ابن علی ابوالقاسم الحاکم، آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ سیکھی۔ آپ امام غزالی کے بھی شاگرد تھے، وہ آپ کا اکرام و احترام کرتے تھے۔ آپ یکتا، عبادت گذار اور متقی تھے۔ ۵۲۹ھ میں طوس میں آپ کا انتقال ہوا۔ امام غزالی کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔(۴۷)

عبدالرحیم بن عبدالکبیر:

عبدالرحیم بن عبدالکبیر ابن ہوازن، آپ نے اپنے والد اور امام الحرمین سے نظامیہ نیشاپور میں تعلیم حاصل کی اور ایک جماعت سے حدیث روایت کی۔ آپ ذہین و فطین، دلیر، حاضر جواب اور فصیح اللسان تھے۔ آپ بغداد آئے اور وہاں وعظ کیا۔ جس کے باعث حنابلہ اور شافعیہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ ۵۱۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۴۸)

عبدالرزاق بن عبداللہ:

عبدالرزاق بن عبداللہ ابن علی بن اسحاق طوسی، آپ نظام الملک طوسی کے بھتیجے تھے۔ آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ پڑھی۔ آپ مفتی اور مناظر تھے۔ آپ ملک سنجر کے وزیر بھی بنے۔ ۵۱۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۴۹)

عبدالغافر بن اسماعیل:

عبدالغافر بن اسماعیل ابن عبدالغافر بن محمد بن عبدالغافر بن احمد بن سعید ایرانی، الحافظ، آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ پڑھی اور ابو القاسم قشیری سے سماع کیا۔ آپ فاضل اور دیندار تھے۔ آپ نے مختلف شہروں کی طرف سفر کیا، اور لوگوں نے آپ سے سماع کیا۔ نیشاپور کی خطابت سنبھالی۔ ۵۵۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۰)

محمد بن احمد ابن ابی الفضل الماحانی:

محمد بن احمد ابن ابی الفضل الماحانی، آپ آئمہ شافعیہ میں سے تھے۔ آپ نے امام

الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ سیکھی۔ طلب حدیث کے لیے سفر کیا۔ آپ مدرس، مفتی اور مناظر تھے۔ آپ نے ۵۲۵ھ میں ۹۰ سال سے زیادہ عمر پا کر وفات پائی اور بلاد مرو میں ماحان نامی بستی میں دفن ہوئے۔(۵۱)

ابوالمظفر احمد بن محمد المظفر الخوافی:

ابوالمظفر احمد بن محمد المظفر الخوافی، الفقیہ الشافعی، آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی سے فقہ سیکھی اور آپ کے شاگردوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ آپ طوس اور اس کے نواح کے قاضی بنے۔ آپ علماء میں حسن مناظرہ اور مد مقابل کو خاموش کر دینے میں مشہور تھے۔ اشتغال علم میں امام غزالی کے رفیق تھے۔ امام غزالی کو اپنی تصانیف میں اور الخوافی کو اپنے مناظرات میں سعادت ملی۔ ۵۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۲)

ابوالفتح حداد:

ابوالفتح حداد احمد بن محمد اصفہانی، آپ نے نظامیہ نیشاپور میں تعلیم حاصل کی اور نظامیہ بغداد میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔(۵۳)

ابوعبداللہ محمد بن الفضل:

ابوعبداللہ محمد بن الفضل بن احمد بن محمد بن احمد بن ابی العباس، الصاعدی، الفراوی، نیشاپوری، الملقب کمال الدین، الفقیہ المحدث۔ آپ امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی کی مجلس میں آیا کرتے تھے، آپ نے ان سے اصول کا حاشیہ لکھا، اور صوفیاء کے درمیان پرورش پائی۔ آپ فقیہ، محدث، مناظر اور واعظ تھے۔(۵۴)

ابوالحسن محمد بن حاتم بن عبدالرحمن الطائی:

ابوالحسن محمد بن حاتم بن عبدالرحمن الطائی، اہل طوس میں سے تھے۔ نیشاپور آئے اور امام الحرمین الجوینی سے کسب علم کیا۔ آپ نے سماع حدیث کے لیے عراق، شام اور حجاز کا سفر کیا، پھر نیشاپور واپس آ گئے۔ جمادی الاولیٰ ۵۱۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۵)

مذکورہ علماء و مشائخ کے علاوہ نامور شعراء انوری، ابیوردی اور ظہیر فاریابی بھی مدرسۂ نظامیہ نیشاپور کے فیض یافتہ تھے۔(۵۶)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نظام الملک ابوعلی حسن بن علی طوسی ۴۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ سلجوقی سلطان الپ ارسلان اور اس کے جانشین ملک شاہ کے زمانے میں تیس سال تک منصب وزارت پر فائز رہا۔ ۴۸۵ھ میں ایک باطنی کے ہاتھ سے شہید ہوا۔

۲۔ عبدالرزاق کانپوری: "نظام الملک طوسی"، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع دوم، ۱۹۲۰ء، ص ۵۳۱

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور، طبع اول، ۱۹۶۹ء، ج ۲۲، ص ۵۳۲

۴۔ ابن بطوطہ: "سفر نامہ ابن بطوطہ"، اردو ترجمہ: رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع اول، ۱۹۶۱ء، ص ۲۲۹

۵۔ السبکی، تاج الدین ابی النصر عبدالوہاب ابن تقی الدین: "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" طبع اول، مطبعۃ حسینیہ مصر، س ن، ج ۱، ص ۱۳۷

۶۔ عبدالرزاق کانپوری، نظام الملک طوسی، ص ۵۳۲

۷۔ ابن خلکان، ابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر: "وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان"، تحقیق: احسان عباس، ڈاکٹر، منشورات الرضی قم، ۱۳۶۴ء، ج ۱، ص ۳۶۱

۸۔ ناجی معروف، علماء النظامیات ومدارس المشرق الاسلامی، مطبعۃ الارشاد، بغداد، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ص ۲۱

۹۔ ۴۵۷ھ/۱۰۶۵ء میں نظام الملک طوسی نے نظامیہ بغداد کی تعمیر کا آغاز کیا۔ دو سال بعد جب اس کی عمارت مکمل ہوئی تو بہت تزک و احتشام کے ساتھ اس کا افتتاح ہوا۔ یہ بغداد کی مرکزی درسگاہ تھی جسے اسلامی درسگاہوں میں شہرت دوام حاصل ہوئی۔ ۷۹۷ھ/۱۳۹۵ء میں نظامیہ بغداد کو جامعہ مستنصریہ میں ضم کردیا گیا۔ (پی۔ کے۔ ہٹی، ہسٹری آف دی عربس، نیویارک، ۱۹۵۸ء، ص ۴۱۱)

۱۰۔ نور اللہ کسائی، ڈاکٹر: "مدارس نظامیہ و تاثیرات علمی و اجتماعی آن"، چاپخانہ سپہر، تہران، چاپ دوم، ۱۳۶۳ء، ص ۹۰

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ناجی معروف، علماء النظامیات، ص ۲۱

۱۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: نور اللہ کسائی، نظامیہ بغداد، ص ۸۴تا۸۹

۱۴۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۹ھ، ج ۹، ص ۱۹۷

۱۵۔ سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۴، ص ۲۲۳

۱۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۲، ص ۶۸۳

۱۷۔ نور اللہ کسائی، مدارس نظامیہ، ص ۹۱

۱۸۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۶ء، ج ۹، ص ۴۷

۱۹۔ نور اللہ کسائی، نظامیہ بغداد، ص ۹۱

۲۰۔ ابو محمد عبداللہ بن یوسف، شافعی عالم، جنھوں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ نیشاپور میں گزارا اور وہیں ۴۳۸ھ/۱۰۴۷ء میں وفات پائی۔ بحیثیت ایک مصنف کے انھیں فروق المسائل سے زیادہ دلچسپی تھی۔ ان کی تصانیف "الرسائل فی فروق المسائل" اور "الجمع والفرق" فقہ شافعی کے مسائل پر مشتمل ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۷، ص ۵۲۴)

۲۱۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۱۹۸

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۹۹

۲۴۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۱۶۹۔۱۷۰

۲۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۱۶

۲۶۔ السبکی، طبقات شافعیۃ الکبریٰ، ج ۳، ۱۸۷

۲۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۲، ص ۶۸۳

۲۸۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۱۸

۲۹۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۲۸۶

۳۰۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۳۱۔ ایضاً، ج ۵، ص ۱۹۱

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۹۷

۳۳۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۲۳

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۲۲

۳۵۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۰۰

۳۶۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۲۲۵

۳۷۔ ایضاً

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ الفراوی: یہ نسبت فراوہ کی طرف ہے، یہ خوارزم کے نزدیک ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ جسے فراوہ کا ثغر کہا جاتا ہے۔ اسے عبداللہ بن طاہر نے مامون کے عہد خلافت میں تعمیر کیا تھا۔ یہ ان دنوں خراسان کا امیر تھا۔ (ابن

التفسير
مدرسۃ نظامیہ نیشاپور

خلکان، ج۲، ص۲۶۱)

۴۱۔ ابن خلکان، ج۲، ص۲۶۰

۴۲۔ ایضاً، ص۲۶۱

۴۳۔ آپ حافظ ابوالقاسم علی ابن عساکر مولف تاریخ دمشق کے بھتیجے تھے۔ ان کے گھرانے میں علماء و روساء کی ایک جماعت پیدا ہوئی ہے۔

۴۴۔ ابن خلکان، ج۳، ص۱۳۵

۴۵۔ ایضاً، ج۲، ص۲۲۱

۴۶۔ ایضاً، ص۲۲۲

۴۷۔ ابن کثیر، ج۱۲، ص۲۰۹

۴۸۔ ایضاً، ص۱۸۷

۴۹۔ ایضاً، ص۱۸۹

۵۰۔ ایضاً، ص۲۳۵

۵۱۔ ایضاً، ص۲۰۳

۵۲۔ ابن خلکان، ج۱، ص۹۷

۵۳۔ جلال الدین ہمائی، "غزالی نامہ"، انتشارات فروغی، تہران، طبع دوم، ص۳۱۸

۵۴۔ ابن خلکان، ج۲، ص۲۶۰

۵۵۔ سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبری، ج۶، ص۹۹

۵۶۔ جلال ہمائی، غزالی نامہ، ص۱۳۸

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۵، مسلسل شمارہ ۱۶، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء، ص ۷۰-۹۷

نظام تزکیہ کی روشنی میں ذہنی مسائل کا حل

سعدیہ اعجاز

"As you sow, you shall reap". Increasing rate of mental illness is due to the lack of knowledge of human personality. Though sciences have advanced with the passage of time but current statistics shows that we are on wrong direction. How can we suggest a therapy or medicine for a mentally sick person without realizing his unique functions of self and behaviour? A doctor diagnoses the disease and prescribes the medicines only if he has the knowledge of human anatomy, causes and cure of the diseases. Therefore, to solve mental and psychological problems we need to have detail insight of the human In this article, the increasing rate of mental personality. illness and disorder in the world is highlighted as a problem, various belief systems and theories of psychologists as the opinions and suggestions. The flawless model of human personality mentioned in the teachings of Islam _ Holy Quran and Sunnah is an ultimate solution for mankind. Fourteen centuries ago, State of Medina had set an example of mentally peaceful and contented society. to

decipher the challenges of depressed individuals and violent society we need to study and implement the Creator's (Allah) view of human personality.

عہد جدید کے انسان کے ذہنی و نفسیاتی مسائل کا حل دین اسلام کے "نظام تزکیہ" میں پوشیدہ ہے۔ ذہنی و نفسیاتی مسائل کے موجودہ اعداد و شمار، ذہنی و نفسیاتی بیماری کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ظاہر کرتے ہیں، جو کہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ دنیا کی موجودہ تہذیبی و ثقافتی افکار و اقدار کے جائزے کے بعد ہم باآسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ بڑھتی ہوئی ذہنی و نفسیاتی بیماریوں اور مسائل کا حل صرف ماہرین نفسیات کی تجویز کردہ تھیراپی (Therapy) و ادویات سے زیادہ معاشرتی و تہذیبی نظام کی اصلاح میں پوشیدہ ہے۔

ڈبلیو۔ایچ۔او (WHO) کے ادارے SEARO [۱] کی رپورٹ کے مطابق، دنیا بھر میں ۴۵۰ ملین افراد ذہنی و نفسیاتی بیماری کا شکار ہیں، تقریباً ایک ملین افراد سالانہ خودکشی کرتے ہیں اور چار میں سے ایک خاندان کا ایک فرد ذہنی بیماری کا شکار ہے [۲]۔ ہر سال آسٹریلیا میں ۲۰۰۰۰ افراد ذہنی بیماری کا شکار ہوتے ہیں، ذہنی الجھن کی بیماری اس ملک میں عام ہے، ہر ۷ میں سے ایک بالغ فرد ذہنی الجھن Anxiety میں مبتلا ہے۔ ان بالغ افراد کی عمریں ۳۰ سال سے کم اور ۱۸ سے ۴۴ سال کے درمیان ہیں۔ آسٹریلیا کے نوجوان نسل میں شدید ذہنی تناؤ Depression کی شکایت عام پائی جاتی ہے [۳]۔ ۲۰۰۱ کی رپورٹ کے مطابق، بیماری کے عالمی سطح پر بوجھ کی ۱۰ وجوہات میں خودکشی پہلے تھی، اور ڈپریشن چوتھے نمبر پر ہے جو کہ ۲۰۲۰ میں بڑھ کر پہلے اور دوسرے نمبر پر پہنچ جائے گی، اور اکثر ڈپریشن کا نتیجہ خودکشی پر موقوف ہوتا ہے۔ [۴]

ماہرین نفسیات و طب النفس ان ذہنی و نفسیاتی بیماری و الجھنوں کے اسباب کے سدباب سے زیادہ ان کا علاج بذریعہ ادویات و تھراپی پر زور دیتے ہیں، جو اکثر عارضی ثابت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرد و ماحول کی اصلاح کے لئے جو مشورے فراہم کئے جاتے ہیں وہ بھی عملی طور پر کارگر ثابت نہیں ہوتے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ادویات، تھراپی اور فرد و ماحول

کی اصلاح کے نفسیاتی مشوروں کی بنیاد، انسانی ذات و شخصیت کے مختلف المتنوع فکر و نظریات پر ہے جو کہ یا تو باہم متضاد ہیں یا ذات و شخصیت کا نامکمل خاکہ پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معالج کے طبی و نفسیاتی مشورے مختلف معاشرتی و ثقافتی افکار و اقدار کا مؤثر دفاع نہیں کر پاتے۔ لہذا، فرد ان افکار و اقدار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور علاج کے باوجود ذہنی الجھن کا شکار رہتا ہے۔

مثلاً ڈبلیو۔ایچ۔او (WHO) کے ادارے SEARO[۵] کی رپورٹ کے مطابق، سری لنکا میں ۹۰٪ خودکشی کا رجحان بدھ مت کے پیروکاروں میں پایا جاتا ہے۔ جو کہ آبادی کا ستر (۷۰)فیصد ہیں۔ ڈبلیو۔ایچ۔او (WHO) کے بقول، عقیدہ تناسخ، اگلے جنم میں بہترین زندگی، موجودہ زندگی کا دکھ کی آماجگاہ ہونا اور حیاتِ انسانی سمیت ہر شئے کا عارضی ہونا، ایسے عقائد ہیں جن کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔ ان کے نزدیک جب کسی تہذیب کے باشندوں کے عقائد یہ ہوں کہ دنیا اور اس کی ہر شئے محض دکھ کا سبب ہے اور یہ بھی کہ زندگی بعد از موت کا وجود ہے تو خودکشی کرنا دشوار نہیں ہے[۶]۔

ذہنی و نفسیاتی الجھنوں کے سدِباب کے لئے فرد و ماحول کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور ان کی اصلاح کا انحصار ماہرین نفسیات یا غیر فطری اور روبہ نظریات developing theories/آراء پر ہرگز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ علم نفسیات و طب نفس بذاتِ خود ارتقائی علوم، مذہبی عقائد اور مختلف انسانی تجربات و مشاہدات کا نتیجہ ہیں، جو کہ حتمی نہیں ہیں۔ چنانچہ جو علوم بذاتِ خود ارتقاء پذیر ہوں اور جس کے نظریات غیر حتمی و غیر آفاقی ہوں وہ کیسے فردِ واحد یا معاشرے کے لئے اصلاحی نظام پیش کرسکتے ہیں۔ ان کی پیش کردہ اصلاحات و اقدار کی حیثیت مجرد ایک رائے کی ہے۔ اس کی بنیاد پر کسی ایسے نظام کی جس پر افراد کی ذہنی و نفسیاتی صحت کا دارومدار ہو بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حقیقی معنوں میں کوئی نظام ایسا موجود ہے جو فرد و معاشرے کی نفسیاتی ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ذہنی الجھنوں سے پاک پر سکون زندگی کا ضامن ہو؟ اس سوال کے جواب میں ہمیں دنیا کے تمام افکار و مذاہب کا عمیق نظری سے

مطالعہ کرنا ہوگا کہ کون سا مکتبہ فکر و نظر فرد کی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے انسانی ذات و شخصیت کی تفہیم اور مقام و مرتبہ کی فطرت کے عین مطابق ہمہ گیر وضاحت کرتا ہے؟ اور ایسے اصول وضع کرتا ہے جس پر عمل کرکے اجتماعی و انفرادی طور پر ہمہ گیر ذہنی سکون حاصل ہوسکتا ہے؟

فلسفہ مذاہب میں ہندومت ایک قدیم ترین ارتقائی مذہب ہے۔ اس کے فلسفہ حیات میں انسان کلیدی کردار کا مالک ہے۔ انسان میں موجود آتما (روح) اپنی حقیقت سے آگہی اور خود شناسی کے ذریعے انسان کو برہما سے قریب کرتے ہوئے اس سے اتصال کا سبب بنتی ہے۔ جبکہ مایا (مادی خاصیت)، پراکرتی (فطرت) اور دنیا، انسان کو خواہشات جذبات و احساسات کے جال میں پھانس کر حقیقت سے غافل کردیتے ہیں۔ چنانچہ غافل انسان اپنے مقام و مرتبہ سے ناآشنا رہتا ہے۔ اگر اپنی روش کو برقرار رکھے تو جنم در جنم ذلت و رسوائی اور پاتال میں عذاب اسکا مقدر ٹھہرتا ہے۔ جبکہ "خود شناسی کے ذریعہ خدا شناسی" ہی ہندومت کا موضوع ہے۔ خود شناسی کا یہ طویل سفر اپنے مسافر سے اطمینان اور صبر کا تقاضا کرتا ہے۔ منو کہتا ہے کہ،

> "رہبانیت کے خواہش مند کو چاہئے کہ قناعت اور ضبطِ نفس اختیار کرے۔
> اس لئے کہ رہبانیت کی جڑیں قناعت میں ہیں جبکہ عدم رہبانیت کے لئے
> اس کے برعکس (عدم قناعت) ہے"۔ [منودھرم شاستر، چوتھا باب،۱۲،
> ص ۹۵]

لامحدود خوشی، لامتناہی علم اور ذاتی حیثیت کی فطری خواہش اس بات کی دلیل ہے کہ انسان دکھ، جہالت اور وابستگی سے نجات حاصل کرکے ہی فطرت کی تکمیل کرسکتا ہے۔ تکمیل انسان کا یہ فلسفہ ہندو حکماء و مفکرین کا موضوع رہا ہے اور اس کے لئے انہوں نے مختلف نظام تربیت پیش کئے ہیں۔ جن کے ذریعے انسان کاملیت کے درجے کو پہنچ سکتا ہے۔ ان نظام تربیت کو یوگا سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کا بنیادی مقصد **'نفس انسانی'** کا برہما کے ساتھ اتصال ہے

تاکہ تکمیل انسانیت ہو سکے۔

یہودیت میں انسان ایک اعلیٰ و منفرد مقام کی حامل مخلوق ہے۔ روحانیت اور معاشرت کا معیار انسانی ذات کے اعلیٰ وقار و مقام سے متصل ہے۔ عہد نامہ قدیم کی تعلیمات میں انسان خدا کی شبیہ قرار دیا گیا ہے۔ عہد نامہ قدیم میں تخلیق انسانی پر روشنی ڈالتے ہوئے اسکے مقام کا تعین ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

> اور خدا نے انسان (آدم) کو اپنی صورت پر پیدا
> کیا۔ خدا کی صورت پر اُسکو پیدا کیا۔ نر و
> ناری[۷] انکو پیدا کیا۔ اور خدا نے ان کو برکت
> دی اور کہا کہ پھلو (زمین پر اپنی نسل بڑھاؤ) اور
> بڑھو اور زمین کو معمور اور محکوم کرو اور سمندر کی
> مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر
> جو زمین پر ہیں چلتے ہیں اختیار رکھو۔ (پیدائش
> ۱ : ۲۷، ۲۸)

مذکورہ تعلیمات سے علماء اخذ کرتے ہیں کہ یہودیت میں روحانیت کے تجربہ کرنے کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ انسان اپنی ذات میں خدا کی شبیہ و صورت کو تقویت دے۔ انسان کے اعمال و کردار، عادات و اطوار درحقیقت خدا سے رابطہ کا ذریعہ ہیں۔ خدا کو دنیا میں قابل ادراک بنانے کا ایک طریقہ اس کی موجودگی کو دنیا میں مشاہدہ کرنا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔

Ultimately to know yourself is to know God.[۸]

ربّی (Rabbi) علماء کے نزدیک انسان جسم و روح دونوں کا مرکب ہے۔ انسان کا جسم خاکی اور اسکا تعلق زمین سے ہے۔ جبکہ روح الہامی ہے چنانچہ اسکا تعلق الٰہیات سے ہے۔ اس نظریے کی افادیت اہل یہود میں اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ انسان دو متضاد فطرتوں، نورانی و حیوانی، سے متصف ہے۔ چنانچہ انسان اپنی قوت ارادی سے نورانی فطرت کو حیوانی پر ترجیح دیکر روحانیت کو پروان چڑھا سکتا ہے اور حیوانی فطرت کو جسمانی افعال کے ذریعے زیر کر

سکتا ہے یا اسکے برخلاف۔ اس ربانی عقیدہ یہودیت میں ایک بنیادی مسئلہ جو ابھرتا ہے وہ یہ کہ انسان اپنی حیوانی ضرورتوں کو ترک کرتے ہوئے روح کی افزائش کرے۔ اس طرح انسان حیوانی ضرورتوں کے بغیر دنیا میں اپنا سلسلہ حیات جاری نہیں رکھ سکے گا۔ چنانچہ ان ربانی تعلیمات میں مزید ایک پہلو کا اضافہ ہوتا ہے۔ ربّی علماء جسم اور اس کی ضرورتوں کو قابل قدر مانتے ہوئے ان کو پورا کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نفس و ذات سے متعلق اخلاقیات کا پیمانہ مقرر کرتے ہیں، کیونکہ اب ان کے نزدیک انسانی جسم اسی طرح قابل توقیر ہے جیسے روح کیونکہ جسم روح کے لئے مثل سواری کے ہے۔

عیسائیت میں انسان کو دو مرکبات، جسم اور روح کا مجموعہ کہا گیا ہے۔ جبکہ مسیحی علماء کے مطابق ابتداء ہی سے اسکندریہ کے کلیسا انسان کو تین عناصر ــ روح، جسم اور جان ــ کا مرکب سمجھتے تھے۔ یہ تصور عہد نامہ جدید میں کثرت سے نظر آتا ہے۔ پولس (دیگر جگہ انہیں پال Paul بھی کہا گیا ہے) اور اسکے شاگرد بھی اس عقیدے کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن سینٹ اوگسٹین نے انسان کو دو عناصر سے مرکب ہونے کی توجیہ پیش کی۔ ان کے مطابق انسان جسم اور روح یعنی مادی اور غیر مادی عناصر کا مجموعہ ہے۔ سینٹ اوگسٹین کے نظریے کے مطابق انسان کا مادی حصہ اس کو مادیت کی طرف کھینچتا ہے۔ جبکہ روح خدا کی طرف سے ہے۔ چنانچہ روح اسکو روحانی فکر و قائدے کی دعوت دیتی ہے۔ انسان جسم کے باعث گناہ میں ملوث ہوا اور ابدیت کی زندگی سے نکالا گیا لہذا اب روح ہی اسکو گناہ کی لعنت سے نجات دلا سکے گی[۹]۔

مسیحی تعلیمات کے مطابق انسان کی کامیابی دنیا میں راستباز ہونے پر منحصر ہے۔ راستباز وہی ہوسکتا ہے جو اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرچکا ہو۔ لہذا جس نے زندہ خدا کے دنیا میں دکھ اٹھائے، مصلوب ہونے اور مر کے جی اٹھنے پر غیر متزلزل یقین کیا اس نے گناہوں کے کفارے میں خود کو شامل کرلیا۔ چنانچہ وہی انسان کامل متصور کیا جاتا ہے جس نے خدا کے بیٹے یسوع مسیح کے کفارے پر کامل اعتقاد قائم کیا ہے۔ ایسے انسان کو آخرت میں کاملیت کے علاوہ عدالت سے برأت اور خدا اور اسکے بیٹے یسوع مسیح کی ابدی رفاقت نصیب ہوگی۔[۱۰]

مذہبی افکار وعقائد کے برخلاف ماہرین نفسیات اپنے مشاہدات وتجربات کی روشنی میں انسانی ذات وشخصیت کے مختلف ومتضاد افکار پیش کرتے ہیں۔ مثلاً Psychoanalysis کے بانی سگمنڈ فرائیڈ Sigmund Freud کے نزدیک بچپن کے تجربات شخصیت سازی کا باعث ہیں[۱۱]۔ وہ کہتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد خوشی کا حصول اور غم سے نجات پانا ہے اور یہی انسانی افکار، جذبات واعمال کی تحریک کا باعث ہیں[۱۲]۔ فرائیڈ کا معروف نظریہ یہ بھی ہے کہ ذہن تین مدارج یا levels پر سرگرمی ظاہر کرتا ہے جس کو شعور، تحت الشعور اور لاشعور سے موسوم کیا جاتا ہے[۱۳]۔ جبکہ کارل ژنگ Carl Jung[۱۴] کے مطابق انسان فرائیڈ کے نظریہ کے برخلاف بیرونی دنیا یعنی معاشرے اور ماحول سے متاثر ہوکر اپنے خواہشات کی تکمیل کرتا ہے تاکہ نفسانی خواہشات کے تحت۔ کارل ژنگ اس تصور کو اجتماعی لاشعور **Collective Unconscious** کا نام دیتا ہے۔ الفریڈ ایڈلر Alfred Adler[۱۵] کے نزدیک انسانی زندگی میں حائل رکاوٹیں اوراحساس کمتری کے نظری جذبات اعمال کی تحریک وتوانائی کا سبب بنتے ہیں۔

مذکورہ افکار کے علاوہ علم نفسیات میں مختلف مکتبہ فکر ونظر موجود ہیں۔ جان واٹسن John Watson[۱۶]، کرداریت Behaviourism یعنی کردار کے مطالعے و مشاہدے کے ذریعے انسانی شخصیت کی تحقیق کو علم نفسیات کا موضوع تصور کرتا ہے۔ اس کے نزدیک انسانی ذات وشعور کا مطالعہ ناممکن ہے۔ لہذا ذات وشعور کے وہ امور جنہیں تجربہ وحواس کے ذریعہ احاطہ نہ کیا جاسکے اس کی تحقیق کو ترک کر دینا چاہیے۔ علمائے کرداریت کے نزدیک، کردار ماحول سے اثر قبول کرتا ہے، چنانچہ ماحول انسان کے مطلوب کردار کا تعین کرتے ہیں، علاوہ ازیں آموزش یعنی سیکھنے کے اُصول ونتائج کے ذریعے کردار کی تشکیل کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

کرداریت کے برخلاف، ادراکی نفسیات Cognitive Psychology کے مفکرین انسان کو فطری طور پر فیصلہ ساز اور خود مختار سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق انسان ماحول سے جبری اثر

پذیر ہونے کے بجائے اپنی کردار سازی کے حوالے سے عقلی اختیار کا حامل ہے۔ وہ اپنے قوت ارادی کے ذریعے اپنے کردار، ذاتی تصورات اور شخصیت کو نہایت مختصر عرصے میں تبدیل کرسکتا ہے۔ علاوہ ازیں، ان کے نزدیک فکر، انسان کے کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس طرح اس مکتبہ فکر کے ماہرین، ذات کے مختلف امور مثلاً مقام ضبط Locus of control، تاثیر ذات Self Efficancy اور تنظیم ذات Self Regulation پر مفصلاً روشنی ڈالتے ہیں۔ عہد جدید میں یہ مکتبہ فکر ماہرین نفسیات میں مقبول ہے۔

انسانیت پسند مکتبہ فکر Humanistic Approach، گزشتہ افکار ونظریات کو رد کرتے ہوئے انسانی ذات وشخصیت کے مجموعی مشاہدے ومطالعے کا حامی ہے۔ ان کے نزدیک، انسان کا مقصد، زندگی اس کی کردار سازی کا موجب بنتا ہے، انسان فطرتاً اچھائی (یعنی اوصاف حمیدہ) کو پسند کرتا ہے لہذا اپنے ذات وکردار کے خصائل میں اضافے کی کوشش کرتا ہے، دنیا کو دیکھنے اور سمجھنے کا انداز اسکے ذاتی رویے اور کردار کی عکاسی کرتا ہے۔ ابراہم ماسلو Abraham Maslow[۱۷]، انسان کی ضروریات کی ترتیب پیش کرتے ہوئے تجویز کرتا ہے کہ ہر انسان منفرد انداز میں اپنی حیاتیاتی ضرورت سے لیکر حقیقت ذات کی تکمیل تک مصروف عمل ہے۔ ان ضروریات کی تکمیل اس کے افکار، جذبات واعمال میں تحریک کا باعث بنتے ہیں۔ اس مکتبہ فکر کے حاملین، شخصیت کو مختلف مرتب ومنظم اوصاف وخصوصیات کی بنیاد پر منقسم کرتے ہوئے اس کی تشریح کرتے ہیں۔ مثلاً اساسی شخصی Cardinal traits، مرکزی Central traits اور ثانوی خاصیتیں Secondary traits وغیرہ۔

عہد جدید کا مقبول عام مکتبہ فکر، حیاتیاتی اسلوب فکر Biological Approach کو تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے ماہرین کے نزدیک نفسیاتی افکار وجذبات کا انسان کے عصبی وعضویاتی نظام سے گہرا تعلق ہے۔ یعنی ذہن دماغ میں مجسم ہے اور یہ کہ ہمارے افکار، جذبات اور کردار مادی وحیاتیاتی اسباب کا نتیجہ ہیں۔ ان کے نزدیک، ہمارے حسی اور غدودی افراز کی صلاحیت،

ذہانت، مزاج اور جذباتیت، شخصیت کے قابل منتقل اوصاف (یعنی موروثی) ہیں (شیمر، ۱۹۹۳)[۱۸]۔حیاتیاتی ماہرین نفسیات کے نزدیک، انسانی نسل نے حیوانی وراثت سے ارتقائی منازل کو طے کر کے موجودہ صورت اختیار کی ہے۔

مذکورہ بالا افکار و نظریات کا عمیق مطالعہ ہمیں بحیثیت مجموعی اس امر کی تحقیق کی طرف دعوت ہے کہ کیا روئے زمین پر کوئی مکمل و جامع نظریہ و نظام حیات موجود ہے جو انسان کا اصل وحقیقی حیثیت میں احاطہ کرتے ہوئے معاشرے کا حقیقی تصور و کردار پیش کرتا ہے۔المختصر، مختلف مذاہب اور سائنسی و معاشرتی افکار کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسانی ذات و شخصیت کی تفہیم اور اس کے مقام و مرتبہ کی وضاحت اور معمولات زندگی سے متعلق سوالات کا تیر حاصل جواب فقط دین اسلام میں ملتا ہے۔مذکورہ بالا دعوے کی بنیاد عصبیت کے بجائے قوانین فطرت کے مشاہدے، تاریخی شواہد و تجربات پر مبنی ہے۔

دین اسلام کے بنیادی مصادر، انسان کا اصلی وحقیقی حیثیت میں احاطہ کرتے ہوئے معاشرے کا حقیقی تصور و کردار عالمگیر اُصولوں پر پیش کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں:

☆ دین اسلام الہامی ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔یعنی اس کو مرتب کرنے والا انسان کی جزوی و ارتقائی فکر و عقل کا مالک نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ کی حکیم وعلیم جیسی بہترین صفات کی حامل ذات ہے۔ خالق حقیقی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ ہی انسان کی ذات و شخصیت کی حتمی و واضح تشریح کر سکتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن حکیم میں فرماتے ہیں، الا یعلم من خلق و ھو اللطیف الخبیر[۱۹]،ترجمہ: کیا وہ ہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے وہ باریک بین اور ہر شے سے باخبر ہے۔

☆دین اسلام کا مخاطب ایک عہد، علاقہ یا نسل کا انسان نہیں ہے۔اس دین کا مخاطب انسان بحیثیت مجموعی ہے، جس کا تعلق ہر دور، علاقے و نسل سے ہے۔ چنانچہ اس دین کے اُصول و ضوابط ایسے خطوط پر استوار ہیں جو زمان و مکان کے ساتھ ساتھ ہر انسان کی منفرد

فکری، جذباتی اور عملی صلاحیتوں و رجحانات کا احاطہ کرتے ہیں۔

☆دین اسلام دنیا کو عارضی قرار دینے کے باوجود اس زندگی کو بہترین و ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے دار عمل قرار دیتا ہے۔چنانچہ اس کے اُصول و ضوابط انسان کو اپنے بنیادی حیاتیاتی، ذاتی اور شخصی ضرورتوں کی تکمیل کرتے ہوئے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی دعوت و تحریک کا باعث بنتے ہیں۔

☆ دین اسلام میں انسانی زندگی کا مقصد نفسانی، کرداری و معاشرتی محرکات کی تسکین وتکمیل نہیں ہے۔ انسان کی زندگی کا اعلیٰ وارفع مقصد اپنے خالق حقیقی کی رضا کی مقدور بھر عملی کوشش کرنا ہے۔ خالق حقیقی کی رضا کی جستجو، انسان کو حیوانی تقاضائے بشریت یعنی نفسانی، کرداری و معاشرتی محرکات کی تسکین وتکمیل سے بلند کر کے مستقل و مسلسل انفرادی و اجتماعی اصلاح و فلاح کے امور میں مصروف عمل رکھتا ہے۔جس کے نتیجے میں اعلیٰ کرداری اوصاف کے حامل افراد سے متصف معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اس معاشرے کی مثال ہمیں تاریخ کے دریچوں میں ریاست مدینہ سے ملتی ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ کس طرح پیغمبر حق، محمد رسول اللہ ﷺ نے ۲۳ سال کے عرصے میں ایک جنگجو قوم و نسل کو اوصاف حمیدہ سے متصف کرتے ہوئے اعلیٰ اخلاقی خطوط پر استوار معاشرہ پیش کیا۔

قرآن حکیم، انسان کی ذات و شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس سے بہترین اعمال کا تقاضا کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں ذات و شخصیت کے مختلف کلیات کے مابین عمل پذیری کو جدول کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔قرآن حکیم کے بغور مطالعے سے ہم انسانی ذات میں کارفرما کلیات کی عمل پذیری کے ساتھ ساتھ ان کے اثرات کو شخصیت کے کردار، یعنی جذبات و افعال میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ انسانی ذات کے کلیات میں ۱۔عقل، ۲۔ ارادہ، ۳۔موروثیت، ۴۔ علم و تعلم، ۵۔ خواہشات و محرکات، ۶۔ فکر، ۷۔ عقائد شامل ہیں۔ ان کی عمل پذیری کا مشاہدہ براہ راست نہیں کیا جاسکتا۔ہم مذکورہ کلیات ذات کا عکس، کلیات کردار یعنی ۱۔ مزاج، ۲۔ جذبہ، ۳۔ فعل و عمل میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ درج ذیل میں ان کلیات نفس کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

ذات ۔۔۔ جوہر نفس:۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ o (المائدہ ۔ ۲۵)

ترجمہ: موسیٰ نے کہا، اے میرے رب! بے شک مجھے اپنے آپ اور اپنے بھائی کی ذات کے سوا کسی پر اختیار نہیں، چنانچہ تو ہمیں اس نافرمان قوم سے الگ کردے۔

دین اسلام میں انسان کا تصور۔۔۔ احسن تقویم کی رعایت کرتے ہوئے معرفت و اطاعت الٰہی سے مکمل ہوتا ہے۔ذات کی مثال انجن کی سی ہے جو امور نفس کی انجام دہی میں مصروف ہے۔ اسکے کلیات (علم ،عقل ،ارادہ ،فکر و خواہشات وغیرہ) کی حیثیت اس انجن میں کل پرزوں کی ہے جو باقاعدہ نظام کے تحت اپنے تئیں کام کرتے ہیں اور اگلے پرزوں میں نتائج Product کی صورت ارسال کرتے رہتے ہیں۔

عقل intellect:۔ تعلیمات اسلام کے مطابق عقل intellect، انسان کی وہ صلاحیت ہے جس سے وہ غوروفکر کرتا ہے، ادراک realization ، فہم understanding ، ذکاء intelligence، محاکمہ judgement ،معرفت recognition، تعلم learning ، شعور perception، تمیز differentiation جیسے افعال انجام دیتا ہے۔عقل کا معتدل استعمال انسان کو انسان کے درجے پر فائز رکھتا ہے۔بصورت دیگر اسفل سافلین کی صف میں شامل ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں؛

اَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا o اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا o (الفرقان:۴۳،۴۴)

ترجمہ: کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو ان جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

دین اسلام، انسان کو فکر وعمل کے انتخاب میں **اختیار** choice کا حق دیتا ہے۔ یہی دراصل اس کی آزمائش بھی ہے کہ فکر وعمل کے انتخاب میں اعلیٰ و ارفع خصوصیات کو اختیار کرتا ہے یا اسفل وقبیح کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ o (الملک:۲)

ترجمہ: جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزماکر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

دین اسلام، تعقل میں اعتدال کے اُصول کو اختیار کرنے کا قائل ہے۔انسان اعتدال کے اُصول تعقل کو اختیار کرکے مدبر و منتظم، ذکی اور باشعور نفس کا مالک بنتا ہے۔اگر حد اعتدال سے تجاوز کرے تو دھوکہ بازی، فریب دہی اور مکاری جیسے اوصاف کا حامل ٹھہرتا ہے اور اگر عقل میں ضعف ہو تو کند ذہن، احمق اور بیوقوف کہلاتا ہے۔

ارادہ Free will:۔ یہ ایک اہم خصوصیت ہے جو انسانی ذات و شخصیت کے رجحان و میلان کی وضاحت کرتی ہے۔قرآن حکیم میں ارادے کی مختلف نوعیت وکیفیت بیان کی گئی ہیں، مثلاً عزم ۔ کسی کام کا حتمی اور تطعی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا عزم کہلاتا ہے۔ارادہ بنیادی حیثیت میں محض خیال ،آرزو، تمنا یا خواہش ہوتا ہے ۔کسی خیال اور آرزو میں تسلسل اور شدت ارادے میں پختگی کا سبب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاسراء آیت نمبر ۱۸،۱۹ میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا o وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا o

(الاسراء۔۱۸،۱۹)

ترجمہ: جو کوئی جلدی والی (دنیا) چاہے تو ہم اسی (دنیا) میں جس کیلئے چاہیں جس

قدر چاہیں جلد عطا کرتے ہیں، پھر اس کیلئے ہم جہنم ٹھہرا دیتے ہیں، وہ اس میں مذموم اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جو آخرت چاہے اور اس کیلئے پوری پوری سعی کرے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی سعی قابل قدر ہے۔

موروثیت Heredity:۔ انسانی نفس کی فکری و عملی تعمیر و اصلاح میں **موروثیت** اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انسان کا کردار و ذات صرف اس کے والدین کی تربیت کے مرہون منت نہیں ہوتا۔ انکے عادات و اطوار، چال چلن اور انکے خَلق و خُلق میں دو خاندانوں کا باہم مجموعہ واضح مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ظاہری شکل وصورت (خَلق)، شعور، رجحانات ومیلانات اور عقل و ارادے کی صلاحیتیں وغیرہ۔ جدید تحقیق کے مطابق انسان اپنے اجداد سے امراض بھی وراثت میں پاتا ہے۔ ایسے افراد میں موروثی امراض مثلاً دل کی بیماریاں اور کینسر وغیرہ کا میلان Tendency دیگر افراد سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ بچے کی ذات وکردار کا انحصار والدین کے باہمی تعلق پر ہوتا ہے۔ ماں باپ کا ایک دوسرے کیلئے مودت، احترام اور ایثار و قربانی کا جذبہ بچے کے نفس پر مثبت اثر ڈالتا ہے۔ انکے موروثی خلیہ Genes میں یہ جذبات و اوصاف بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ ایسے بچے نشوونما کے دوران ضبط نفس، محبت، خود اعتمادی اور تکریم انسانی جیسے اوصاف اپنی ذات میں ڈھالتے ہیں۔ ایسے بچے بڑے ہوکر مستحکم ذات وکردار کے حامل بنتے ہیں۔ ان کی خلوص اور مدلل ذہانت اور پاکیزہ ارادے، ان کی زندگی کو دیگر کے مقابلے میں ظاہری و روحانی ناپاکی اور آلودگی سے دور رکھتے ہیں اور کامیاب زندگی میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف جن بچوں کے والدین محض جنسی وشہوانی خواہش کو پورا کرتے ہیں۔ ان بچوں میں مذکورہ اوصاف ناپید ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی ان میں مایوسی، ذہنی انتشار، دوسروں کیلئے شدید نفرت اور احساس کمتری جیسے مسائل شدید نوعیت کے پائے جاتے ہیں۔ ایسے بچوں میں یکسوئی کا فقدان ہوتا ہے۔ لہٰذا بڑے ہوکر ایسے بچے شدید منفی جذبات کا اظہار منشیات کے استعمال، خودسوزی یا جرائم کے ذریعہ کرتے ہیں اور اگر اس سے بھی ان کی نفرت ومایوسی میں کمی نہ ہو تو خودکشی سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اسکے والدین اسے

یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے ایک جانور ایک صحیح سالم جسم دیتا ہے، کیا تم اسے کان کٹا ہوا پاتے ہو؟" [۴۰]

علم وتعلم:۔ نفس انسانی، زندگی کے ہر لمحے سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے۔ سیکھنے کا یہ عمل عمر کے مختلف ادوار میں مختلف نوعیت اور کیفیت اختیار کرتا ہے۔ شعوری اور لاشعوری تعلم Learning کا یہ عمل انسان میں حقائق و معلومات کے خزانے Database میں روز افزوں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس خزانے سے انسان مختلف صورتحال اور مسائل کے حل تلاش کرتا ہے اور ترقی کے مواقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ دین اسلام میں **علم** کے چار مآخذ و مصادر کا ذکر ملتا ہے۔ الہام، وجدانی علم، وحی اور سچے خواب۔ اور قرآن حکیم میں **تعلم** کے چار ذرائع کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ ۱۔ اتباع واقتداء Following، ۲۔ تجربہ (آزمائش وخطا) Experience (Trail & Error)، ۳۔ دلائل اور بحث ومباحثہ Agruements & Discussion، ۴۔ تدبر وتفکر Contemplation & Reasoning۔ مثلاً، **دلائل و بحث مباحثہ، تدبر وتفکر، تجربہ اور اتباع**۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ (یونس ۱۵)

ترجمہ: اور جب ان پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں: تو اس کے علاوہ کوئی (دوسرا) قرآن لے آیا اسے (ہی) بدل دے۔ کہہ دیجئے مجھے اختیار نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ بے شک اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔

تجربہ (آزمائش وخطا): Experience (Trail & Error)

انسان زندگی کے تمام ادوار میں، شعوری وغیرشعوری حالتوں میں ماحول سے علم اخذ کرتا ہے۔ اس انداز سے سیکھنے کا عمل تسلسل سے جاری رہتا ہے۔ ماحول سے حاصل شدہ تجربات اپنے

تسلسل کی وجہ سے نفس انسانی میں تبدیلی کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر نفس میں فکری عمل مستحکم نہ ہو اور خواہشات کا غلبہ ہو تو ماحول کے اثرات نفس کو یکسر تبدیل کر دینے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے برعکس، فکری عمل میں استحکام اور عقائد میں ایمان و ایقان کی پختگی، نفس ماحول سے صرف حق پر مبنی اثرات کو قبول کرتا ہے اور بقیہ تمام اثرات کو رد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن اگر فکری استحکام اور یقین کی پختگی کا عملی نمونہ پیش کرے تو فرد معاشرے میں تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔ اگر ایسے نفوس کی معاشرے میں کثرت ہو تو ماحول میں خاطر خواہ تبدیلی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ المختصر یہ کہ، نفس ماحول کے اثرات بصورت ظرف قبول کرتا ہے۔ اگر فکر و عمل میں پختگی نہ ہو تو ماحول کے اثرات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے۔

تمام مسلم علماء اور مفکرین کے نزدیک علم کے معیاری ہونے کی پہچان یہ ہے کہ علم انسان کو سچ و جھوٹ میں امتیاز اور اعتقادات میں حق و باطل کا فرق اور عمل میں اعتدال اور حسن و قبح کے مابین پہچان کرنے میں معاون ہو۔ اگر یہ صلاحیت انسان کو حاصل ہو جائے تو وہ حکمت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ ''خیر کثیر'' فرماتے ہیں۔

يُؤتِي الحِكمَةَ مَن يَشَآءُ وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَد اُوتِيَ خَيرًا كَثِيرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الاَلبَابِo (البقرۃ۔ ۲۶۹)

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس شخص کو حکمت دی گئی تو اسے بہت بھلائی عطا کی گئی اور (ان باتوں سے) عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

فکر وہ مقام یا درجہ ہے، جہاں انسان کسی کام کی انجام دہی کیلئے اس کے تمام پہلوؤں سے غور و فکر کرتا ہے، مثلاً

۱۔ مطلوبہ وسائل کا جائزہ لیتا ہے،
۲۔ متبادل حل کے امکانات کی فہرست مرتب کرتا ہے،
۳۔ نتائج و انجام کار کا متبادل حل کی مناسبت سے جائزہ لیتا ہے

۴۔ اور تمام صورتوں میں نفع و نقصان کا تخمینہ لگاتا ہے۔

غور و فکر کے اس عمل کے دوران از خود کچھ عقائد Believes راسخ ہو کر فکر کے دائرۂ عمل سے خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جن عقائد پر فکر مطمئن ہو جاتی ہو وہ از خود فکر سے نکل کر عقائد میں منتج ہو جاتے ہیں۔ جن امور پر یقین پختہ نہیں ہوتا وہ شکوک و شبہات کا درجہ پاتے ہیں۔ ایسی صورت میں دو احتمال ہو سکتے ہیں کہ مذکورہ شکوک و شبہات **فکر یا عقائد** میں کسی ایک درجے پر منتج ہو جائیں یا پھر ان دونوں کے درمیان لاشعوری طور پر گردش کرتے رہیں۔ اگر مذکورہ شکوک و شبہات فکر میں جگہ بنائیں تو فکر ان سے چھٹکارہ پانے کے لئے علم اور عقل کو دعوت دیتی ہے۔ علم اور عقل اگر از خود مدلل اور اطمینان بخش علمی مواد سے بھرپور ہیں تو فکر میں شکوک و شبہات کے مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ورنہ دوسری صورت میں فکر انہیں غیر حل شدہ عقائد Unresolved Believes کی حیثیت سے ''**عقائد**'' کے درجے میں منتقل کر دیتی ہے۔ ایسے عقائد بظاہر نظری و فکری معاملات میں پس پشت چلے بھی جائیں تب بھی فکر اور عقائد کے نظام عمل میں ارتعاش و انتشار کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَo فَقُتِلَ كَيفَ قَدَّرَo ثُمَّ قُتِلَ كَيفَ قَدَّرَo ثُمَّ نَظَرَo ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَo ثُمَّ اَدبَرَ وَاستَكبَرَo فَقَالَ اِن هٰذَا اِلَّا سِحرٌ يُّؤثَرُo اِن هٰذَا اِلَّا قَولُ البَشَرِo سَاُصلِيهِ سَقَرَo وَمَا اَدرٰكَ مَا سَقَرُo لَا تُبقِي وَلَا تَذَرُo لَوَّاحَةٌ لِّلبَشَرِo (المدثر: ۱۸ تا ۲۹)

ترجمہ: بے شک اس نے غور کیا اور اندازہ لگایا۔ تو وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟ پھر وہ مارا جائے کیسا اندازہ لگایا؟ پھر اس نے دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا، پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا: یہ قرآن تو صرف جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یہ تو صرف ایک بشر کا قول ہے۔ میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا۔ اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سقر کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی چمڑی جھلسا دینے والی ہے۔

محرکات و خواہشات: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے: